عربی نظم و نثر کی مختصر تاریخ

دورِ جاہلیت

از

مولانا عبد السلام ندوی

یہ بتانا سخت مشکل ہے کہ زمانۂ جاہلیت مین عربی شاعری کی ابتدار کب سے ہوئی؟ کیونکہ قدرتی طور پر ہر چیز ابتدار مین ناقص ہوتی ہے، پھر رفتہ رفتہ ترقی کرکے درجۂ کمال کو پہنچتی ہے، لیکن زمانۂ جاہلیت کے جو اشعار ہم تک پہنچے ہین، وہ صورۃً اور معنًی ہر حیثیت سے مکمل ہین، نہ اُن کے وزن مین کوئی خرابی ہے، اور نہ اُن کے معنی مین کوئی نقص ہے، نہ طریقۂ ادا مین کوئی ناہمواری ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اشعار سے پہلے شعرار کا ایسا کلام ضرور موجود رہا ہوگا جس مین اس قسم کے تمام نقائص موجود رہے ہون گے، پھر رفتہ رفتہ ترقی کرکے اس نے موجودہ قصائد اور معلقات کی شکل اختیار کی ہوگی، عرب کے قدیم ترین شعرار کے کلام سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اُن سے پہلے بھی چند شعرار موجود تھے، جن کا کلام ہم تک نہین پہنچا، مثلاً امرؤ القیس جو عربی زبان کا بڑا نا شاعر ہے کہتا ہے :-

عوجا علی الطلل المحیل لعلنا   نبکی الدیار کما بکی ابن خذام

"کھنڈر دن پر ٹھہر جاؤ کہ ہم اُن اجڑے ہوے گھر دن پر ابن خذام کی طرح روئین"

لیکن ابن خذام کا کوئی شعر ہم تک نہین پہنچا ہے،

عنترہ کہتا ہے :۔

هل غادر الشعراء من متردم

کیا شعراء نے کوئی مضمون چھوڑ دیا ہے

لیکن ان شعراء کے کلام سے ہم ناواقف ہین،

عربی زبان کے قدیم ترین اشعار جو ہم تک پہنچے ہین، وہ جنگ بسوس کے زمانہ مین یا اوس سے کچھ پہلے کہے گئے ہین، یعنی ہجرت سے ایک سو تیس سال پہلے کے اشعار کا ہم کو علم ہے، لیکن اس زمانہ سے پہلے جو شعراء گذرے ہین، اُن کے کلام کا کوئی علم نہین، تاہم اس زمانہ کے شعراء جو کچھ کہتے تھے، اُن کی تعداد چند اشعار سے زیادہ نہین ہوتی تھی، اس کے بعد دوسرے شعراء نے ترقی کی، اور قصائد کہنے لگے، اور مورخین کے بیان کے مطابق سب سے پہلے امرؤ القیس کے ماموں مہلہل بن ربیعہ اور خود امرؤ القیس نے پانچوین صدی عیسوی کے اخیر مین طویل قصائد لکھے، بہرحال عربی شاعری کی ابتدا رجز سے ہوئی، جس کی بحر نہایت آسان تھی، اس کے بعد شعراء نے دوسری بحرون مین اشعار کہے، اور زمانہ جاہلیت مین نہایت کثرت سے شعراء پیدا ہوئے اور تقریبًا ہر قبیلہ مین شعراء کی ایک خاصی تعداد موجود تھی، لیکن سب کے سب نے عام شہرت حاصل نہین کی، بلکہ جن شعراء نے حاصل کی وہ سب کے سب شمال یعنی حجاز اور اس کے طبقات کے باشندے تھے، ان مین بعض تو یمنی تھے، جو شمال مین آکر آباد ہو گئے تھے، مثلاً امرؤ القیس، ابو دؤاد ایادی اور حاتم طائی یمنی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، لیکن انھون نے شمال مین آکر شہرت حاصل کی، اور بعض عدنانی قبائل سے تعلق رکھتے تھے، مثلاً مہلہل، مرقش اکبر، مرقش اصغر، طرفہ، حارث بن حلزہ، متلمس اور اعشی قبیلہ ربیعہ کے شاعر تھے، اور بعض کا تعلق قبیلہ مضر سے تھا،

جن قبائل مین مشہور شعراء پیدا ہوئے، وہ صرف دو ہین،

۱- **قیس**:- نابغہ ذبیانی، زہیر بن ابی سلمیٰ، کعب لبید اور حطیہ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے،

۲- **تمیم**:- اوس بن حجر اسی قبیلہ سے تھا،

مورخین ادب کا بیان ہے کہ سب سے پہلے شاعری قبیلہ ربیعہ سے شروع ہوئی، پھر قبیلہ قیس مین منتقل ہوگئی اس کے بعد قبیلہ تمیم مین جاکر پختگی حاصل کی،

اہل عرب کی زندگی پر شاعری کا اثر

عرب مین شاعر ہر قبیلہ کے لئے ایک ضروری شخص تھا، جو اس کے فضائل کا اعلان کرتا تھا، اپنے اشعار کے ذریعہ سے اس کے دشمنون کی چالون کو ناکامیاب بناتا تھا، لڑائیون مین اس کو جوش دلاتا تھا، اور صلح مین اس کو سوجھ بوجھ کی باتین سکھاتا تھا، اس لئے ہمارے زمانہ مین مختلف پارٹیون کے اخبارات کا جو درجہ ہے، وہی زمانۂ جاہلیت مین ہر قبیلہ کے شاعر کا تھا، بالخصوص جنگ کے زمانہ مین وہ ایک فوجی باجہ تھا، جو لڑنے اور مرنے کا جوش دلون مین پیدا کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ ہر قبیلہ اپنے شاعر پر فخر کرتا تھا، ابن رشیق نے کتاب العمدہ مین لکھا ہے، کہ

"جب عرب کے کسی قبیلہ مین کوئی اچھا شاعر پیدا ہوتا تھا، تو تمام قبائل آآکر اس کو مبارکباد دیتے تھے، دعوتین ہوتی تھین، عورتین شادی بیاہ کی تقریبات کی طرح جمع ہوکر گاتی بجاتی تھین، مرد اور بچے سب کے سب خوشیان مناتے تھے"

شاعر کی مدح و ذم کا یہ اثر تھا کہ وہ اپنی مدح کے ذریعہ پست درجہ اشخاص کو بلند اور ہجو کے ذریعہ بلند رتبہ اشخاص کو پست کر دیتا تھا، یہی وجہ ہے کہ لوگ شعراء کی بڑی عزت کرتے تھے تاکہ اُن کی ہجو سے بچ جائین، یا ان کی مدح سے متمتع ہون،

اس کے علاوہ زمانۂ جاہلیت کے شعرا، ذہنی اور عقلی حیثیت سے بھی ممتاز ہوتے تھے، اور انھون نے زندگی کے بہت سے مسائل کو اور لوگون سے بہتر طریقہ پر سمجھا، اور اُن کو شاعرانہ قالب مین ڈھالا، بہت سے مسائل ایسے تھے جن کو اہلِ عرب سمجھتے تو تھے، لیکن ان کو بہترین طریقہ پر بیان نہین کر سکتے تھے، لیکن شعرا نے اون کے جذبات اور محسوسات کو عمدگی کے ساتھ بیان کیا، غیر متمدن قومون مین شعرا کی حیثیت وہی ہوتی ہے، جو متمدن قومون مین علما و حکما کی ہوتی ہے، اور زمانۂ جاہلیت کے شعرا نے عرب مین یہی حیثیت حاصل کر لی تھی،

زمانۂ جاہلیت کے انواع شاعری | اہلِ یورپ نے شعر کی چار قسمین کی ہین،

۱- رزمیہ جس مین صرف جنگی اور فوجی واقعات بیان کئے جاتے ہین،

۲- تاریخی جس مین قومی مفاخر قصے کی صورت مین بیان کئے جاتے ہین، مثلاً ہومر کی الیڈ اور فردوسی کا شاہنامہ،

۳- غنائی جس مین ایک شاعر صرف اپنے جذبات کو ظاہر کرتا ہے، مثلاً غزل اور فخریہ،

۴- تمثیلی یعنی ڈرامہ جس مین چند اشخاص کسی واقعہ کو مجسم شکل مین نمایان کرتے ہین،

ان اقسام مین زمانہ جاہلیت کے شعرا نے طویل رزمیہ نظمین نہین لکھین، اگرچہ زمانۂ جاہلیت مین اس کثرت سے لڑائیان ہوئین کہ اگر اُن کے واقعات نظم کئے جاتے، تو طویل رزمیہ داستانین تیار ہو جاتین، لیکن ابھی تک اہلِ عرب کے تخیل مین اس قدر وسعت پیدا نہین ہوئی تھی کہ وہ ان طویل واقعات کو شاعرانہ قالب مین ڈھال سکتے، اس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ رزمیہ شاعری ایک قسم کی ادبی تاریخ ہوتی ہے، یعنی تاریخی واقعات کو شاعرانہ قالب مین ڈھالنا پڑتا ہے، لیکن تاریخی واقعات کی نظم و ترتیب کے لئے تمدنی ترقی کی ضرورت ہے، اور اہلِ عرب نے اس قدر تمدنی ترقی نہین کی تھی، باایں ہمہ چھوٹے چھوٹے سادہ قصے عربی شعرا نے نظم کئے ہین،

مثلاً عمرو بن کلثوم اور حارث بن حلزہ کے معلقات مین اس قسم کے قصے موجود ہین،

یہ بات بھی تعجب انگیز ہے کہ دورِ جاہلیت کی شاعری مذہبی اثرات سے بالکل خالی ہے، عرب ایک بت پرست قوم تھی، اور وہان سیکڑون بُت پوجے جاتے تھے، لیکن اُن کی شاعری مین کہین ان بتون کا نام اور اُن کی پرستش کے طریقون کا ذکر نہین آتا، کبھی کبھی وہ لات و عزیٰ کی قسم دکھا لیتے ہین، لیکن عام طور پر اُن کی شاعری مذہبی تاثرات و جذبات سے خالی ہے، غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ دورِ جاہلیت کے شعراء ہر زمانہ کے شعراء کی طرح آزاد خیال اور مذہبی جذبات سے خالی ہوتے تھے، اس کا دوسرا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زمانۂ اسلام کے راویانِ اشعار نے اس قسم کے اشعار کی روایت کو مذہب کے خلاف سمجھ کر چھانٹ دیا، بہرحال دورِ جاہلیت کی شاعری تاریخی واقعات اور مذہبی اثرات سے خالی ہے، عام طور پر اُن کی شاعری غنائی ہو اور اس صنف کے تحت مین غزل، فخریہ، مرثیہ، مدح و ذم اور وصف داخل ہین، اور دورِ جاہلیت کی عربی شاعری کا تمام تر سرمایہ یہی ہے، بقیہ انواع جستہ جستہ اُن کے کلام مین پائے جاتے ہین، لیکن ان اصناف مین بھی ہجو کا عنصر عربی شاعری کا جزو غالب ہے، کیونکہ قبائلِ عرب مین متصل لڑائیون کا سلسلہ جاری رہتا تھا، اور جاہلی شعرا تلوار کی زبان کا جواب اپنی شاعرانہ زبان سے دیا کرتے تھے، اسی سلسلہ مین اگر ایک طرف وہ اپنے دشمنون کے معائب کو کھول کھول کر بیان کرتے تھے، تو دوسری طرف اپنی قوم کے محاسن کو خوب چمکاتے تھے، اس لئے ہجو کے بعد فخریہ ان کی شاعری کا دوسرا نمایان عنصر تھا،

یہی حال غزل کا بھی تھا کہ وہ قصائد کی تشبیب مین عورتون کے حسن و جمال اور اپنے عشق و محبت کے واقعات کا ذکر کرتے تھے، البتہ اس صنف مین شعراء کی حالت مختلف تھی، امرء القیس کے مضامین مین عریانی اور فحاشی پائی جاتی تھی، اس کے بخلاف عنترہ اور زہیر کے عاشقانہ

خیالات، نہایت متین، سنجیدہ اور پاکیزہ ہوتے تھے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ شعراے جاہلیت کے کلام مین شراب و کباب کا ذکر بہت کم آتا ہے، اور جہان آتا ہے اس کا تعلق ایرانی شاعری کی طرح بزم عیش کی رنگینیون سے نہین ہوتا، بلکہ اس پردے مین وہ اپنی فیاضی پر فخر کرتے ہین،

وہ حکیمانہ اور اخلاقی شاعری بھی کرتے تھے، اور شنفری اور زہیر نے اس صنف مین امتیازی حیثیت پیدا کی ہے،

اپنے گرد و پیش کے مناظر کی تصویر بھی جس کو شاعرانہ اصطلاح مین وصف کہتے ہین، وہ نہایت خوبی کے ساتھ کھینچتے تھے، مثلاً امرؤ القیس نے رات، لبید، اور طرفہ نے اونٹنی کی رفتار، شنفری نے بھوکے بھیڑیون، نابغہ نے نہر فرات، عنترہ نے نیزون کے چلنے کی حالت اور کیفیت کا منظر نہایت خوبی کے ساتھ دکھایا ہے، اور اس صنف مین انھون نے نہایت عمدہ تشبیہات پیدا کی ہین، جو بالکل خیالی نہین ہین،

لفظی اور معنوی حیثیت سے دورِ جاہلیت کی شاعری کی خصوصیات

دورِ جاہلیت کی شاعری اہلِ عرب کی اجتماعی زندگی کا نہایت صحیح مرقع تھی، اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ شاعری عرب کا دفتر تھی، جس مین اُن کی لڑائی، تاریخ، اخلاق و عادات، عقل و ذہانت، کے رجسٹر مرتب کرکے رکھے جاتے تھے، اور دورِ جاہلیت کا ہر شاعر ان رجسٹرون مین وہی واقعات درج کرتا تھا، جن کو وہ آنکھون سے دیکھتا تھا، اور دل سے محسوس کرتا تھا، اور ان واقعات کو وہ انھی الفاظ مین بیان کرتا تھا، جو نہایت صحت کے ساتھ ان پر دلالت کرتے تھے، یہ وہ خصوصیت ہے جس مین دورِ جاہلیت کے شعراء کا کلام بعد کی عربی شاعری سے علانیہ ممتاز نظر آتا ہے، کیونکہ جاہلی شعراء کا کلام ایجاد تھا، تقلید نہ تھا، لیکن بعد کے عربی شعراء نے صرف اُن کی تقلید کی، اس لئے ان کی شاعری اُن کی زندگی کی اصلی تصویر نہ تھی،

شعراے جاہلیت کے کلام کی ایک اور خصوصیت بے تکلفی اور سادگی ہے، اور یہ اُن کی سادہ بدویانہ زندگی کا لازمی نتیجہ ہے، اس بنا پر اُن کے اشعار غلو اور مبالغہ سے خالی ہوتے ہین، اُن کے الفاظ مین بھی یہی سادگی ہوتی ہے، اس لئے ان کے کلام مین لفظی صناعیان بہت کم پائی جاتی ہین،

اگر ہم مرثیہ کو مستثنیٰ کرین تو ان کے قصائد کا ایک ہی انداز ہوتا ہے، پہلے وہ کسی عورت کے ساتھ تشبیب کرتے ہین، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایک جگہ سے سفر کرتے ہین، راہ مین معشوق کے کھنڈر پر گذر ہوتا ہے، تو وہان ٹھہر کر گریہ وزاری کرتے ہین، اور اسی سلسلے مین اس کے حسن و جمال اور اپنے عشق و محبت کا ذکر بھی کرتے ہین، پھر اپنے گھوڑے یا اونٹنی کی تیز رفتاری کا تذکرہ کرتے ہین، اور اُن کو اُن جنگلی جانورون سے تشبیہ دیتے ہین جن سے وہ واقف ہوتے ہین، جو چیزین راستہ مین اُن کی نظر سے گذرتی ہین، اُن کا ذکر بھی کرتے ہین، اس کے بعد اصل مطلب پر آتے ہین، لیکن اُن کی تشبیب اور گریز مین کوئی ربط وعلاقہ نہین ہوتا، قصیدے کا خاتمہ بھی اسی بے تکلفی سے کرتے ہین، کبھی کبھی قصیدے کے اخیر مین چند حکیمانہ شعر بھی کہہ جاتے ہین،

ان تمام خصوصیات کی واضح ترین مثال وہ قصائد ہین، جو "معلقات" کے نام سے مشہور ہین، ان مین سب سے بڑے قصیدہ کے اشعار کی تعداد ایک سو پانچ شعر اور سب سے چھوٹے قصیدہ کے اشعار کی تعداد ۴۰ ہے،

اس موقع پر دو باتون کا ذکر نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے،

۱- ایک یہ کہ شعراے جاہلیت کا کلام خلافت عباسیہ کے پہلے دور مین قید تحریر مین آیا، اس دور سے پہلے اس کی روایت زبانی طور پر کی جاتی تھی، کیونکہ زمانہ جاہلیت مین ہر شاعر کے اشعار کا ایک خاص راوی ہوتا تھا، جو اس کے اشعار کو یاد کرتا اور اس کی روایت کرتا تھا، اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جو شخص راوی ہوتا تھا، وہ خود بھی شاعر ہوتا تھا، مثلاً امرؤالقیس ابی

دواد الایادی، زہیر اوس بن حجر تمیمی اور حطیئہ عیسی زہیر مزنی کے راوی تھے، اور خود بھی بہت بڑے شاعر تھے، لیکن چونکہ شعر کہنے کے ساتھ ہی اشعار جاہلیت قید تحریر مین نہین لائے جاتے تھے، اس لئے شعراء جاہلیت کے بعض اشعار مشکوک سمجھے جاتے ہین اور بہت سے اشعار کی روایت مختلف الفاظ مین کی جاتی ہے،

۲- دوسرے یہ کہ زمانۂ جاہلیت کے تمام اشعار ہم تک عدنانی زبان مین پہنچے ہین، یمنی زبان کا کوئی شعر ہم تک نہین پہنچا ہے، حالانکہ یمنی زبان عدنانی زبان سے بہت سی باتون مین مختلف تھی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جزیرۂ عرب کا شمالی حصہ دور جاہلیت کی شاعری کا مرکزی مقام تھا، اور اسلام سے بہت پہلے ایسے مؤثرات پیدا ہوگئے تھے جنھون نے عرب کی زبانون مین اتحاد پیدا کر دیا تھا، اور قریش کی زبان کو ان سب پر فضیلت حاصل ہوگئی تھی،

۱- ان مین پہلا موثر تو یہ تھا کہ بہت سے یمنی قبائل قبیلۂ مضر کے وطن یعنی شمال مین ہجرت کر کے آگئے تھے، اور انہی کی زبان بولنے لگے تھے، خانۂ کعبہ کی زیارت کے لئے قریش کے وطن مکہ مین جو مختلف قبائل آتے رہتے تھے، وہ بھی قریش کی زبان سے متاثر ہوتے رہتے تھے،

۲- دوسرا موثر یہ تھا کہ عرب کے مختلف بازارون اور میلون مین عرب کے قبائل جمع ہوکر اپنے اشعار اور اپنے خطبات پیش کرتے تھے، اور ان مین سب سے اہم عکاظ کا بازار تھا جو مکہ کے قریب تھا،

۳- تیسرا سبب یہ تھا کہ قرآن قریش ہی کی زبان مین نازل ہوا تھا، اس لئے راویون نے اس زبان کے علاوہ دوسری زبانون کے اشعار کی روایت ہی نہین کی، کیونکہ ان زبانون کے اشعار سند مین پیش نہین کئے جا سکتے تھے، اور حمیر کی زبان مضر کی زبان کے مقابل مین ایک عجمی زبان سمجھی جاتی تھی، بااین ہمہ یمنی شعراء کے اشعار حمیری الفاظ سے بالکل خالی نہین ہین، مثلاً امرء القیس جو یمنی قبائل سے تعلق

رکھتا ہے کہتا ہے:۔

"وان شفائی عبرة مهراقة"

اس شعر میں "ہراق" کا فعل یمنی زبان کا لفظ ہے، اس کے برخلاف مضری زبان کا لفظ "اراق" ہے،

معلقات شعرائے جاہلیت کے زمانہ میں چند طویل قصیدوں کا نام "معلقات" ہے، جس کے معنی لٹکائے جانے کے ہیں اور اُن کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ اہل عرب نے قدیم شاعری کے سات قصیدوں کا انتخاب کیا، اور اُن کو عمدہ ریشمی کپڑوں میں سنہرے حروف سے لکھ کر خانۂ کعبہ کے پردوں میں آویزاں کیا، اسی بنا پر ان قصیدوں کو معلقات کی طرح مذہبات بھی کہا جاتا ہے، یعنی وہ قصیدے جو سنہرے حروف میں لکھکر خانۂ کعبہ کے پردوں میں لٹکائے گئے، ابن عبدربہ نے اپنی کتاب عقد الفرید میں، ابن رشیق نے اپنی کتاب العمدہ میں اور ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں اسی روایت کی تائید کی ہے، اور یہ تینوں مصنف مغرب یعنی اندلس کے رہنے والے ہیں لیکن بہت سے علماء نے اس روایت کا انکار کیا ہے، اور ان کا خیال ہے کہ عباسی دور میں حماد راویہ المتوفی ۱۵۶ھ نے جب دیکھا کہ لوگوں میں شاعری کا ذوق کم ہو رہا ہے، تو اس نے ان قصائد کو جمع کیا، اور ان کا نام "مشہورات" رکھا بہرحال ان علماء کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے کہ یہ قصائد خانۂ کعبہ کے پردوں میں آویزاں کئے گئے اس مسئلہ میں دور جدید کے محققین میں بھی باہم اختلاف ہے، اور سب نے مختلف دلائل سے اپنے اپنے نظریہ کی تائید کی ہے،

ان قصائد اور ان قصائد کے کہنے والے شعراء کی تعداد میں بھی اختلاف ہے، بعض کے نزدیک اُن کی تعداد آٹھ اور بعض کے نزدیک دس ہے لیکن اُن کی مشہور تعداد سات ہے، اور جن شعراء نے یہ قصائد کہے ہیں، ان کے نام یہ ہیں، امرء القیس، زہیر، طرفہ، لبید، عنترہ، عمرو بن کلثوم، حارث بن حلزہ،

۱- امرؤ القیس امرؤ القیس شاہی خاندان کا آدمی تھا اور رندانہ زندگی بسر کرتا تھا، اس لئے اسکی شاعری اس کی زندگی کا صحیح مرقع ہے جس مین سیر و شکار، شراب و کباب اور معشوقون کے اختلاط اور میل جول کا ذکر اکثر آتا ہے، لیکن وہ عاشقانہ مضامین کو اس قدر عریانی اور بیباکی کے ساتھ بیان کرتا ہے، جو فحاشی کی حد تک پہنچ جاتی ہے، با این ہمہ تمام مورخینِ ادب کے نزدیک سب سے پہلے اس نے عربی شاعری مین نئے نئے مضامین پیدا کئے، اور اس مین نئے نئے اصناف کا اضافہ کیا، سب سے پہلے اس نے غزل کی ابتدا کی، اور مناظر قدرت پر طویل نظمین لکھین، اور نئی نئی تشبیہیں پیدا کین، اس کے مجموعۂ اشعار مین سب سے زیادہ شہرت اس کے معلقہ کو حاصل ہے، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اس کو اپنے ایام شباب مین کہا ہے اور اس مین اپنی چچا زاد بہن عنیزہ کے ساتھ اپنے عشق و محبت کا واقعہ بیان کیا ہے، اس مین سب سے پہلے اس نے معشوق کے کھنڈر پر گریہ وزاری کی ہے، پھر عاشقانہ خیالات کا سلسلہ شروع کیا ہے، اور دوستون کے ساتھ اپنی رندانہ صحبتون بالخصوص دارۃ جلجل کے دن کا ذکر نہایت عریان الفاظ مین کیا ہے، اس کے بعد بہت سے قدرتی منظر دکھائے ہین، اور اس سلسلہ مین سب سے پہلے رات کی درازی کی تصویر کھینچی ہے، پھر ایک ویران میدان کا نقشہ کھینچا ہے، اس کے بعد اپنے گھوڑے کے ڈیل ڈول اور اس کی تیز رفتاری کا منظر دکھایا ہے، پھر نیل گاؤ کے شکار کا ذکر کیا ہے، اس کے بعد بجلی کے چمکنے اور پانی کے برسنے کی کیفیت دکھائی ہے، اور ان سب کا خاتمہ اس پر کیا ہے کہ چڑیون نے جب بارش اور بارش کی پیدا کی ہوئی تر و تازگی دیکھی ہے تو چہچہانے لگی ہین،

اس کے دیوان مین اور بھی بہت سے بڑے بڑے قصیدے ہین، جن کا امتیازی وصف منظر نگاری ہے، بالخصوص وہ گھوڑے، اور سیر و شکار کا منظر نہایت خوبی کے ساتھ دکھاتا ہے، اسی طرح وہ نئی نئی تشبیہات کا ڈھیر بھی لگا دیتا ہے، مثلاً عورتون کو ہرن، اور انڈے سے، اور گھوڑے کو عقاب اُور

عصا سے سب سے پہلے اُسی نے تشبیہ دی ہے، اور اس کے بہت کم اشعار تشبیہ سے خالی ہوتے ہین، اُس نے شام اور یمن کے جو بہت سے سفر کئے ہین، انھون نے بھی اُس کے خیالات مین وسعت پیدا کی ہے، اور نئے نئے الفاظ کے استعمال کا موقع دیا ہے، چنانچہ اُس نے اپنے محبوب کے جلوون کو راہب کے چراغ اور اس کے سینے کو سنجنجل سے تشبیہ دی ہے، اور یہ سنجنجل رومی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی آئینہ کے ہین،

امرء القیس نے بہت سے اشعار ایسے لکھے ہین، جو عربی زبان مین ضرب المثل ہو گئے ہین،

۲- طرفہ | طرفہ قبیلہ ربیعہ کا شاعر ہے اور وہ اپنی قوم کے ساتھ بحرین مین رہتا تھا، و مختلف شہرون کی سیاحت کر کے رندانہ زندگی بسر کرتا تھا، اس طرح جب اُس نے شراب و کباب مین اپنا سارا مال ضائع کر دیا تو پھر اپنے اعزہ و اقربا کے پاس واپس آیا، اور اس کے بھائی نے اس کی مالی امداد کی، لیکن اس مال کو بھی اُس نے اُڑا دیا، اس کے بعد اس نے عمرو بن ہند کے دربار کا قصد کیا، جو ۵۵۴ء مین تخت نشین ہوا تھا، اور شعراء کا بڑا قدردان تھا، عمرو بن ہند نے اس کا خیر مقدم کیا، اور اپنے بھائی قابوس کا مصاحب بنا دیا، جو رندانہ زندگی بسر کرتا تھا، اور سیر و شکار کا بڑا شوقین تھا، طرفہ بھی اس کی رنگین صحبتون مین شریک ہوتا تھا، اور اُس کے ساتھ سیر و شکار کو بھی جاتا تھا، لیکن وہ بذات خود ایک آزاد شخص تھا، اور مصاحبت کی ذلیل زندگی کو ناپسند کرتا تھا، اس لئے اُس نے عمرو بن ہند اور اس کے بھائی قابوس کی ہجو لکھی، جس کے پاداش مین عمرو بن ہند نے اُس کو حیلہ سے قتل کرا دیا،

اس نوجوان شاعر کا جس نے ۲۶ سال کی عمر مین وفات پائی ہے سب سے بڑا شاعرانہ کارنامہ اس کا یہی طویل معلقہ ہے، جس کے اشعار کی تعداد ۱۰۵ ہے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے عمرو بن ہند کے دربار مین پہنچنے سے پہلے اس معلقہ کو لکھا ہے جب کہ وہ اپنا تمام مال رندی اور اوباشی مین تلف کر چکا تھا، اور اپنی قوم مین خالی ہاتھ واپس آیا ہے، اس کے معلقہ کا موضوع خود اس کے ذاتی حالات اور زندگی کے متعلق اس کا خاص زاویۂ نگاہ ہے، اُس نے اس مین کسی کی مدح نہین کی ہے، اور تغزل کے ج

اشعار اوس نے لکھے ہین، وہ صرف رسمی ہین، خود اس کے معلقہ کا اصلی موضوع نہین ہے، اس کے اشعار سے علانیہ اس کے وطن اور اس کے ماحول پر روشنی پڑتی ہے، کیونکہ ہم ابھی بیان کر چکے ہین کہ وہ بحرین یعنی خلیج فارس کا باشندہ تھا، جہان کشتی رانی کا منظر ہمیشہ اس کی آنکھون کے سامنے رہتا تھا، اسی لئے اُس نے اپنے معشوقہ خولہ کی سواری کو کشتی سے اور اونٹ کی رفتار کو کشتی کے چلنے سے تشبیہ دی ہے، اوس نے اپنی معشوقہ کی اونٹنی کے وصف کو بھی نہایت طول دیکر لکھا ہے اور اس کے متعلق ۴۰ شعر لکھے ہین، جس مین نئی نئی تشبیہین پیدا کی ہین، مثلاً اس کی ہڈیون کو تابوت کے تختے سے اُس کے دُم کے بال کو گدھ کے سفیدی مائل پرون سے، اس کی رانون کو شاندار محل کے پھاٹک سے، اس کے قد و قامت کی بلندی کو رومی پل سے اور اس کی گردن کو کشتی کے پتوار سے تشبیہ دی ہے، اس کے بعد اس نے قصیدہ کے اصل مقصد کی طرف گریز کی ہے یعنی اپنی ذات پر فخر کیا ہے، اور اپنے اوصاف گنائے ہین، اور یہ دکھایا ہے کہ اوس نے زندگی کو کس نگاہ سے دیکھا ہے، اس کے ذاتی اوصاف یہ ہین کہ وہ بڑا بہادر، بڑا فیاض، صاحب رائے اور بڑا عالی نسب ہے، اس نے اپنی رندی و ہوسناکی کا تذکرہ بھی کیا ہے کہ وہ اس مین اس قدر منہمک ہوا کہ اس کو اسکی قوم نے برادری سے خارج کر دیا، پھر ان لوگون پر خود لعنت ملامت کرتا ہے کہ جب زندگی چار دن کی چاندنی ہے، تو اس کو لطف و مسرت کے ساتھ کیون نہ گذارا جائے، گویا وہ پہلا عربی شاعر ہے جس نے سب سے پہلے خواجہ حافظ اور خیام کے فلسفۂ زندگی کی بنیاد قائم کی، سب سے اخیر مین اس نے چند حکیمانہ اشعار پر اس قصیدہ کو ختم کیا ہے، بہرحال یہ قصیدہ عرب کے بہترین قصائد مین اسلئے شمار کیا جاتا ہے کہ وہ چند جدید مضامین پر مشتمل ہے، جو الفاظ کی سلاست اور معانی کی وضاحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہین، اور قبیلہ ربیعہ کی تمام شاعری کا یہ امتیازی وصف ہے، اس قصیدہ کا ایک خاص امتیازی وصف یہ بھی ہے کہ وہ عرب کے ایک خاص طبقہ یعنی لذت پرست لوگون کی

اجتماعی زندگی کا نہایت عمدہ خاکہ قائم کرتا ہے، جو شراب و کباب پر اپنی دولت کو قربان کر دیتا ہے اور چند روزہ زندگی کو ہیچ سمجھتا ہے، اس کے برعکس عرب مین ایک طبقہ اور بھی تھا جس کی زندگی کی شرح و تفسیر جیسا کہ آگے آئے گا زہیر کرتا ہے،

۳- عمرو بن کلثوم | قبیلۂ تغلب سے تعلق رکھتا ہے، جو جزیرہ اور جزیرہ کے اطراف مین رہتا تھا، اور عرب کا معزز ترین قبیلہ شمار کیا جاتا تھا، اس کا باپ اپنی قوم کا سردار تھا، اور اسکی ماں عرب کے مشہور شاعر مہلہل کی بیٹی تھی، قبیلۂ تغلب اور قبیلۂ بکر مین ہمیشہ جنگ رہا کرتی تھی، اور جنگ بسوس جو عرب کی مشہور لڑائیون مین ہے، انہی دونون قبیلون مین ہوئی تھی، لیکن حیرہ کے بادشاہ منذر نے ان دونون قبائل مین مصالحت کرا دی، اور جب اس کا بیٹا عمرو بن ہند اس کی جگہ حیرہ کا بادشاہ ہوا، تو اس نے بھی اپنے باپ کی تقلید کی، سو اتفاق سے ایک موقع پر پھر دونون قبیلون مین جنگ کی صورت پیدا ہو گئی جس مین قبیلۂ تغلب کے بہت سے لوگ کام آئے، قبیلۂ تغلب نے قبیلۂ بکر سے اُن کی دیت طلب کی، اور عمرو بن ہند کے سامنے اس معاملہ کو فیصلہ کے لئے پیش کیا، اور دونون قبیلون نے اس موقع پر باہم مفاخرت کی، اس وقت قبیلۂ تغلب کا سردار عمرو بن کلثوم اور قبیلۂ بکر کا شاعر حارث بن حلزہ تھا، اسی موقع پر عمرو بن کلثوم اور حارث بن حلزہ نے اپنے اپنے معلقہ کا ایک حصہ کہا جس مین دونون نے اپنے اپنے قبیلے کے مفاخر بیان کئے،

ایک روایت یہ ہے کہ حیرہ کے بادشاہ عمرو بن ہند نے ایک بار اپنے ہمنشینون سے کہا کہ "کیا تمھارے علم مین عرب کا کوئی شخص ایسا بھی ہے، جس کی ماں میری ماں کی خدمت گذاری کو اپنے لئے عار سمجھے"، اُن سب نے کہا کہ "صرف عمرو بن کلثوم کی ماں لیلیٰ ایک ایسی عورت ہے، کیونکہ اس کا باپ مہلہل اور اس کا چچا کلیب وائل عرب مین سب سے زیادہ معزز سمجھے جاتے ہین، اور اس کا شوہر کلثوم بن عتاب عرب کا سب سے بڑا شہسوار اور اس کا بیٹا عمرو بن کلثوم اپنے قبیلے

کا سردار ہے" یہ سُن کر عمرو بن ہند نے عمرو بن کلثوم سے ملاقات کی خواہش کی، اور ساتھ ساتھ یہ
پیغام بھی دیا کہ اس کی ماں بھی اس کی ماں سے ملاقات کرے، اور عمرو بن ہند نے اس کی خواہش
پوری کردی، عمرو بن ہند نے پہلے ہی سے اپنی ماں کو سمجھا دیا تھا کہ وہ خادموں کو اپنے پاس سے
ہٹا دے اور جب لیلی آئے، تو اس سے خدمت گذاری کا کام لے، اس بنا پر عمرو بن ہند کی ماں نے
لیلی سے کہا کہ "مجھے یہ طشت اٹھا کر دیدو" لیلی نے کہا کہ صاحب حاجت کو اپنی حاجت خود پوری کرنی
چاہئے، اس نے پھر یہی خواہش کی، اب لیلی بے اختیار پکار اٹھی کہ "ہائے قبیلۂ تغلب کی ذلت"
عمرو بن کلثوم نے اپنی ماں کی یہ آواز سُنی تو غصہ سے تلملا اٹھا، اور خود عمرو بن ہند کی تلوار سے جو سامنے
لٹک رہی تھی، عمرو بن ہند کا کام تمام کردیا، اور اُس نے اپنے معلقہ کے ایک حصہ میں اسی واقعہ کا ذکر
کیا ہے، اگرچہ عمرو بن کلثوم نے بڑی عمر پائی، لیکن اس معلقہ کے سوا اس کے بہت کم اشعار ہم تک
پہونچے ہیں، اس معلقہ کی ابتدا میں اس نے اپنی شراب خواری کا ذکر کیا ہے، اس کے بعد چند شعر
غزل کے کہے ہیں، پھر قصیدہ کے اصل موضوع کی طرف رجوع کیا ہے، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے
کہ اس موضوع کے دو حصے ہیں، اور دونوں مختلف اوقات میں کہے گئے ہیں، پہلا حصہ اوس وقت
کہا گیا ہے، جب اس کی قوم کا معاملہ فیصلہ کے لئے عمرو بن ہند کے سامنے پیش کیا گیا ہے، اور
اس موقع پر قبیلہ بکر و تغلب میں مفاخرت ہوئی ہے، اور اس نے اپنی ذات، اپنی قوم اور اپنی قوم
کے جنگی کارناموں پر فخر کیا ہے،

اس معلقہ کا امتیازی وصف سلاست، زور بیان اور اپنے اور اپنی قوم پر انتہائی تفاخر ہے
اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار ایک قوم کے سردار کے دل و زبان سے نکلے ہیں،
قبیلۂ تغلب پر اس معلقہ کا نہایت گہرا اثر پڑا، اور انھوں نے اس کو اپنا قومی ترانہ بنا لیا،

۴۔ حارث بن حلزہ | حارث بن حلزہ قبیلہ بکر کا سردار تھا، اور جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی بیان

کیا ہی، قبیلہ بکر و تغلب مین باہم سخت دشمنی تھی، جس نے لڑائیون کا ایک طویل سلسلہ قائم کر دیا تھا جس کے انسداد کے لئے لوگون نے مصالحت آمیز کوششین کین، لیکن یہ مصالحت بہت دنون تک قائم نہ رہ سکی،

ہم نے عمرو بن کلثوم کے تذکرے مین بیان کیا ہے کہ عمرو بن کلثوم قبیلہ تغلب کا سردار اور شاعر اور حارث بن حلزہ قبیلہ بکر کا شاعر تھا، اس لئے جب دونون قبیلون کا معاملہ تصفیہ کے لئے عمرو بن ہند کے سامنے پیش ہوا، تو اس موقع پر عمرو بن کلثوم نے اپنے فخریہ معلقہ کا ایک حصہ کہا، اور اس کے جواب مین حارث بن حلزہ نے اپنی قوم کے فخر آمیز کارنامے بیان کئے، اور عمرو ابن کلثوم کے قول کی تردید کی، اور عمرو بن ہند کے سامنے اپنا معلقہ پڑھ کر سنایا،

اگرچہ عمرو بن کلثوم نے اپنے قصیدہ مین نہایت پرزور طریقہ پر فخاری کی، لیکن عمرو بن ہند نے اس کی طرف توجہ نہین کی، اور اس کی اور اس کی قوم کی عظمت کا اعتراف نہین کیا، بلکہ اسکے اشعار مین ایک قسم کا اوچھاپن پایا جاتا ہے، لیکن حارث بن حلزہ ایک باوقار، بردبار اور مسن شخص ہی، اس لئے وہ عمرو بن کلثوم کی تردید بھی باوقار طریقہ پر کرتا ہے، لیکن اس کی مٹھاس مین تلخی بھی پائی جاتی ہے، وہ اپنی قوم کے جنگی کارنامون کو گنتا ہے، تو جنگ کے ناگوار نتائج کو تغلب کے سر تھوپ دیتا ہی، اور آہستہ آہستہ عمرو بن ہند کو اپنی جانبداری کی طرف مائل کرتا ہے، اس لئے اس کی اور اُس کی قوم کی مدح کرتا ہے، یہان تک کہ اپنا مقصد حاصل کر لیتا ہے، اور اس سے اپنے قبیلہ کے موافق فیصلہ کرا لیتا ہے،

اوس نے معلقہ کی ابتدا غزل یعنی تشبیب سے کی ہے، اور اپنی اونٹنی کے اوصاف گنائے ہین لیکن اس سے سرسری طور پر گذر کر اپنا اصل مقصد شروع کر دیا ہے، اور اخیر مین بہت سے ایسے اشعار لکھے ہین، جو تاریخی اور سیاسی حیثیت سے بہت اہم سمجھے جاتے ہین، بہرحال عمرو بن کلثوم نہایت

خوددار اور بلند مرتبہ شخص تھا، جس نے اپنی ذات اور اپنی قوم کو عمرو بن ہند کی ذات اور اس کی قوم کے ہم پلہ بنا دیا ہے، لیکن حارث بن حلزہ ایک ہوشیار مدبر شخص ہے، جس نے اپنے سامنے ایک مقصد رکھا ہے جس کو تدبر، اشارات اور خوشامد سے حاصل کر لیا ہے،

۵۔ عنترہ | وہ قبیلہ مضر کے ایک مشہور قبیلہ عبس سے تعلق رکھتا ہے، جو نجد میں رہتا تھا، اس کی ماں جس کا نام زبیبہ" تھا، ایک حبشی لونڈی تھی، اور اہل عرب لونڈیوں کی اولاد کو اپنا غلام سمجھتے تھے، البتہ اگر وہ کوئی بڑا کام کرتے تھے، تو ان کو اپنا لڑکا تسلیم کر لیتے تھے، اسی طریقہ کے مطابق عنترہ کو اس کا باپ اپنا غلام سمجھتا تھا، لیکن ایک بار قبیلۂ طے کے کچھ لوگ قبیلہ عبس کے کچھ اونٹ لوٹ لے گئے، تو عنترہ نے ان پر حملہ کیا، اور اونٹوں کو واپس لایا، اس کارنامہ کے صلہ میں اس کے باپ نے اس کو آزاد کر دیا، اور اپنا بیٹا تسلیم کر لیا،

عنترہ اپنی ماں کی طرح سیاہ فام تھا، اور اس جسمانی عیب پر اپنی بہادری اور شجاعت سے پردہ ڈالتا تھا، وہ اپنی آزادی سے پہلے اپنی چچازاد بہن عبلہ" پر فریفتہ تھا، لیکن اس کا چچا اپنی بیٹی کو ایک غلام کے نکاح میں دینا پسند نہیں کرتا تھا، اس لئے عنترہ غلامی کے اس داغ کے مٹانے کے لئے مجد و شرف کے حاصل کرنے کی سعی بلیغ کرتا تھا، اور اس جد و جہد نے اس کی شاعرانہ قوت کو ابھار دیا، اور اس میں شاعری، غیر معمولی بہادری اور مروت کے جوہر پیدا ہو گئے، اور اس طرح جب وہ ایک آزاد سردار ہو گیا، تو اس کے چچا نے عبلہ سے اس کی شادی کر دی،

اس نے داحس اور غبرا کی لڑائی میں بھی شرکت کی، اور اس میں اپنی پامردی سے اپنی قوم کے نام کو روشن کیا،

اس کے اشعار میں اس کا معلقہ سب سے زیادہ شہرت رکھتا ہے، جس کا امتیازی وصف شجاعت اور بدویانہ اخلاق، فیاضی اور مروت کی تعریف ہے، اس معلقہ کی ابتدا اس نے عبلہ کے عشق و محبت

سے کی ہے، اور چونکہ اپنے حسن و جمال اور اصل و نسب کے ذریعہ سے اس کو اپنی طرف مائل نہین کر سکتا تھا، اس لئے اپنے جنگی کارنامون کے ذریعہ سے اس کو اپنی طرف مائل کیا ہے، ان جنگی کارنامون کے علاوہ اس معلقہ مین اکثر مکارم اخلاق کا ذکر بھی کرتا ہے،

اس کی شجاعت نے اس قدر دلچسپی پیدا کر لی کہ لوگون نے اس کے متعلق بہت سے من گڑھت قصے بنائے، اور اس کے دیوان مین ایسے بہت سے قصائد شامل کر دیے جو ثقات کے نزدیک صحیح نہین ہین، بالخصوص عنترہ کے قصہ مین جو واقعات اور اشعار مذکور ہین، وہ بالکل خیالی ہین،

۶۔ زہیر | وہ مضر کے ایک قبیلہ مزینہ سے تعلق رکھتا ہے، جو بلاد غطفان مین آباد تھا، وہ ایک ایسے خاندان کا آدمی ہے جس مین بہ کثرت شعراء پیدا ہوئے، مثلاً اس کے باپ کا مامون بشامہ ابن الغدیر شاعر تھا، اور شاعری کے ساتھ حکیمانہ خیالات رکھتا تھا، اور صائب الرائے تھا، اس لئے قبیلۂ غطفان کے لوگ جب جنگ کرنا چاہتے تھے، تو اس سے مشورہ لیتے تھے، اور اس کے مشورون پر عمل کرتے تھے، اور جب جنگ کرکے واپس آتے تھے، تو مالِ غنیمت مین سے اس کو وہی حصہ دیتے تھے، جو اپنے بہترین شخص کو دیتے تھے، زہیر نے اس کی صحبت مین اپنے اندر یہ دونون خصوصیتین پیدا کین، اسی طرح اس کی مان کا شوہر اوس بن حجر، اس کا باپ، اس کی بہن سلمی، اور اس کے دونون بیٹے کعب اور بجیر سب کے سب شاعر تھے،

قبیلۂ غطفان کے دو قبیلے عبس و ذبیان مین سخت عداوت تھی، اور اس عداوت نے غطفان کے ملک کو ایک میدانِ جنگ بنا دیا تھا، اور اس جنگ نے زمانۂ جاہلیت کے ادبی سرمایہ مین بڑا اضافہ کر دیا تھا، اور اس سلسلہ مین بہت سے فخریہ اشعار لکھے گئے تھے، بہت سی ہجوین لکھی گئی تھین، بہت سے اشعار کے ذریعہ سے جنگ و انتقام پر بھڑکایا گیا تھا، اور واقعاتِ جنگ نے رزمیہ داستانون کا ایک ذخیرہ مہیا کر دیا تھا، عنترہ عبسی کے بہت سے اشعار اسی جنگ کے آخری حالات سے تعلق رکھتے ہین،

اور زہیر نے بہت سے اشعار کے ذریعہ سے ان دونون قبیلون کو مصالحت کی طرف مائل کیا ہے، قبیلۂ ذبیان کے دو سردار ہرم بن سنان اور حارث بن عوف نے ان دونون قبیلون مین صلح کرانے کی انتہائی کوشش کی تھی، اور مقتولین کی دیت کا بار بھی اپنے سر لے لیا تھا، اس بنا پر زہیر نے بھی اُن کی تائید کی اور ان دونون کی مدح مین اشعار کہے، بالخصوص ہرم بن سنان کی بہت زیادہ مدح کی، اور ہرم نے بھی اس کو گران قدر صلے دیئے،

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زہیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر وفات پائی،

زہیر کی شاعرانہ خصوصیات یہ ہین کہ وہ ہرزہ گوئی سے نہایت احتراز کرتا تھا، بہت سے معنی کو تھوڑے سے الفاظ مین بیان کر دیتا تھا، غیر فصیح اور نامانوس الفاظ کو استعمال نہین کرتا تھا، اور ہر شخص کی مدح انہی اوصاف کے ساتھ کرتا تھا، جو درحقیقت اس مین موجود ہوتے تھے، وہ نہایت غور و فکر کے ساتھ شعر کہتا تھا، چنانچہ ایک مہینہ مین ایک قصیدہ لکھتا تھا، اور پورے ایک سال تک اسکی کانٹ چھانٹ مین مصروف رہتا تھا، اس بنا پر لوگ اس کے قصائد کو "حولیاتِ زہیر" کہتے تھے، لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا محو و اثبات اس کے معلقہ اور چار طویل قصائد کے ساتھ مخصوص ہے؛ تاہم غور و فکر کا اثر اس کے تمام اشعار سے علانیہ ظاہر ہوتا ہے، اور اس کے اس غور و فکر مین وقار اور سنجیدگی کے آثار نمایان ہوتے ہین؛ وہ اپنے موضوع کے مناسب مضامین کا انتخاب کرتا ہے اور ان مضامین کو بہترین الفاظ مین بیان کرتا ہے، نرمی کے مواقع پر نرمی سے اور سختی کے مواقع پر سختی سے کام لیتا ہے،

اسی طرح اس کا میلان حکیمانہ خیالات کی طرف پایا جاتا ہے، اُس نے زمانہ کا خوب تجربہ کیا ہے، اور لوگون کی نفسیات کا بڑا ماہر ہے، اور ایسے مضامین ایجاد کئے ہین، جو اس سے پہلے کسی کے خیال مین نہین آئے تھے، ابتدا ے اسلام مین مسلمانون نے اس کے حکیمانہ خیالات کو

بہت پسند کیا ہے، اور بعض مسلمانون نے اس کو تمام شعراء پر ترجیح دی ہے، کیونکہ اس کے کلام مین صداقت پائی جاتی ہے، اور اس کے بعض خیالات اسلامی اصول کے ساتھ مطابقت رکھتے ہین،

اس کا بہترین قصیدہ اس کا یہی معلقہ ہے، جس کے اشعار کی تعداد ۵۹ ہے، اس کا موضوع قبیلۂ عبس و ذبیان مین مصالحت کرانا اور ہرم بن سنان اور حارث بن عوف کی مدح کرنا ہے، جنھون نے اس مصالحت کے لئے کوششین کی ہین، اس معلقہ کے ابتدائی ۱۵ اشعار مین اُس نے ام اوفی کے ساتھ تشبیب کی ہے، جو اس کی بی بی تھی، پھر ۱۰ شعر ہرم بن سنان اور حارث ابن عوف کی مدح مین کہے ہین، اس کے بعد آٹھ شعرون مین دونون جنگجو گروہون کو مخاطب کیا ہے، اور اُن کو مصالحت کی ترغیب دی ہے، اور ان اشعار مین جنگ کے مصائب اور صلح کی فضیلت کو نہایت خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے، پھر حصین بن ضمضم پر چوٹ کی ہے، جس نے فریقین کے آمادۂ صلح ہو جانے کے بعد دوبارہ آتش جنگ کو بھڑکانا چاہا ہے، ۴۸ شعر تک پہنچکر اس نے چند حکیمانہ اشعار پر اپنے معلقہ کو ختم کیا ہے، اور ان مین بعض اشعار اُن کے اصل موضوع یعنی دعوتِ صلح سے مناسبت رکھتے ہین،

لیکن اس کے بعض اشعار بظاہر اس موضوع کے مخالف ہین، مثلاً اس شعر مین:-

ومن لا یذد عن حوضہ بسلاحہ یھدم ومن لا یظلم یظلم

جو شخص اپنے حوض کی مدافعت اپنے ہتھیار سے نہین کرتا، اس کا حوض ڈھا دیا جاتا ہے،

اور جو شخص ظلم نہین کرتا اوس پر ظلم کیا جاتا ہے"،

اُس نے ظلم کرنے اور ہتھیار اٹھانے کی ترغیب دی ہے، اور غالباً اس نے اپنے موضوع کو چھوڑ کر اہلِ عرب کی اصلی زندگی کو نمایان کیا ہے،

۷- لبید | وہ مضری قبیلہ کا آدمی ہے، اور اس کی مان قبیلہ بنو عبس سے تعلق رکھتی ہے،

زمانۂ جاہلیت مین وہ ایک بہادر اور فیاض شاعر تھا، اور زمانۂ اسلام مین مسلمان ہو کر مدتون زندہ رہا، یہان تک کہ حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت مین وفات پائی، اوس نے زیادہ تر اشعار زمانۂ اسلام سے پہلے کہے ہین، اور اسلام لانے کے بعد اُس نے بہت کم شعر کہے، وہ ایک بدوی شاعر ہے، اور اپنے اشعار مین بدویانہ صحرائی زندگی کا وصف بیان کرتا ہے، اس کے معلقہ مین اسی زندگی کے خال وخط نظر آتے ہین، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوس نے اس کو اپنے عہد شباب مین لکھا ہے، اور اس سے قبیلۂ مضر کی شاعرانہ متانت اور قوت کا اظہار ہوتا ہے،

اس معلقہ مین اوس نے سب سے پہلے اہل عرب کے عام دستور کے مطابق معشوق کے مٹے ہوئے کھنڈر پر ٹھہر کر گریہ وزاری کی ہے، پھر اپنی اونٹنی کے اوصاف بیان کئے ہین، اور اس کی تیزرفتاری کو بہت سی تشبیہات کے ذریعہ سے نمایان کیا ہے، کبھی اس کو بادل سے جس کو دکن کی ہوا اڑائے ہوئے لئے جارہی ہے، کبھی جنگلی گدہے سے کبھی نیل گاؤ سے جس کا بچہ گم ہو گیا ہے، اور وہ اس کی تلاش مین دوڑ دھوپ کر رہی ہے، تشبیہ دی ہے، اور ہر تشبیہ مین مشبہ بہ کے تمام اوصاف کا استقصار کیا ہے، جن سے ان تشبیہات مین نہایت زور اور مبالغہ پیدا ہو گیا ہے، اس کے بعد اپنی خودداری اور فیاضی کا ذکر کیا ہے، پھر اپنی قوم کی شجاعت، ذہانت اور دیانت کی تعریف کی ہے، اپنی دور شباب کے بعد اُس نے ادھیڑ عمر یا بڑھاپے مین جو اشعار کہے ہین، اُن مین حکمت اور مذہبی احساسات کے آثار نمایان ہین،

اصحاب معلقات کے علاوہ اور بھی بہت سے جاہلی شعرا ہین جو اُن سے شاعری اور شہرت مین کسی طرح کم نہین، لیکن اُن مین نابغہ ذبیانی اور اعشیٰ سب سے زیادہ مشہور ہین، اور بعض علما نے ان کو بھی اصحاب معلقات مین داخل کیا ہے،

نابغہ اس درجہ کا شاعر ہے کہ عکاظ کے میلے مین اس کے لئے چمڑے کا ایک خیمہ نصب کیا جاتا تھا،

اور اس مین عرب کے تمام شعرا جمع ہو کر اس کو اپنے اپنے قصائد سناتے تھے، اور وہ یہ فیصلہ کرتا تھا کہ ان مین بہترین قصیدہ کس کا ہے، امرءالقیس کے بعد نابغہ نے عربی شاعری کی ترقی کا ایک قدم اور آگے بڑھایا اور سلاست، جزالت اور سادگی کے ساتھ نئے نئے مضامین پیدا کئے، اور وصف نگاری مین خاص شہرت حاصل کی، اعشیٰ ایک سیاح شاعر ہے، اور اس نے تمام جزیرۂ عرب کی سیاحت کی ہے، اور اس سیاحت نے اس کے علم و تجربہ مین بڑا اضافہ کیا ہے، اور اس نے چند تاریخی واقعات نظم کئے ہین، اوس کے اشعار مین چند فارسی الفاظ پائے جاتے ہین، اور غالبًا اس نے حیرہ کی سیاحت مین یہ الفاظ سیکھے ہین، اس نے شراب وکباب، ندیم، ساقی، رقص و سرود کے متعلق بھی بکثرت اشعار لکھے ہین، یہان تک کہ بعض لوگون کا خیال ہے کہ وہ شراب بناتا تھا، اور اس کی تجارت کرتا تھا، بہرحال خمریات کی صنف مین وہ اخطل اور ابونواس کا پیشرو ہے، (باقی)

ابوحنیفہ دینوری کی کتاب النبات

از

جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ایم اے پی ایچ ڈی،

مؤلف دینوری نے "کتاب النبات" کے نام سے نباتیات کی جو انسائیکلوپیڈیا مرتب کی تھی وہ عربی زبان کے اُن شہکارون مین سے ہے، جو عرصہ سے ناپید ہین، اس کا ایک ٹکڑا ابھی ابھی برآمد ہوا ہے، اور وہی ان سطرون کے لکھنے کا محرک ہے،

اس کے مؤلف ابوحنیفہ احمد بن داؤد بن وَنند کی ولادت شہر دِینَوَر مین ہوئی، جو عراق عجم مین ہے، صحیح تاریخ تو معلوم نہین لیکن تیسری صدی ہجری کے پہلے عشرے کا قیاس ہے، وفات یاقوت (معجم الادباء) کے بیان کے مطابق ۲۶ر جمادی الاولی ۲۸۲ھ کو ہوئی، اُن کے دادا کا نام وَنند ہے جس کے معنی پرانی فارسی مین "فتحیاب" کے بیان کئے گئے ہین،

بنوامیہ کے خاتمہ کے بعد جب عباسیون کی طویل حکومت مین مستحکم امن میسّر ہوا، تو جہان کوفے اور بصرے کی علمی خانہ جنگی کم ہوئی، وہین مکتب بغداد کے اصول خذ ما صفا مین پلنے والے عربی زبان کی ہرجہتی ترقی مین، اتنا حصہ لینے لگے کہ یہ دور تاریخ مین سنہرا دور سمجھا جاتا ہے، ہمارے مؤلف کے معصرون مین امام بخاری، امام احمد بن حنبل، امام قشیری، بایزید بسطامی، جاحظ، محمد بن حبیب، ابن قتیبہ، ابوزید بلخی اور دیگر انگشت نما شخصیتین نظر آتی ہین، اور اپنے شعبے کی حد تک دینوری کا کارنامہ اور کاوش تحقیق بجز چند محدثین کرام کے کسی بھی بڑے سے بڑے مؤلف سے کم تو کیا کم ہی لوگ اس کی برابری کا دعویٰ

کر سکتے ہین،

ہمارے "ہر فن مولی" مولف کو اگر تاریخ اور جغرافیہ سے دلچسپی تھی، تو ساتھ ساتھ، ریاضی اور جبر و مقابلہ و ہئیت سے بھی، لسانیات اور بلاغت سے بھی، طب و نباتات سے بھی،

لسانیات اور صرف و نحو کی تعلیم السکیت اور ابن السکیت سے پانے کا ذکر تو ہمارے مآخذ کرتے ہین، لیکن دیگر علوم کے متعلق وہ خاموش ہین، اگر دینوری کی سب تالیفین ملتین تو ان مین ذکر کردہ اسنادسے اُن کے دیگر علوم کے اساتذہ کا بھی پتہ چل جاتا، جہان تک نباتیات کا تعلق ہے، ہم کہہ سکتے ہین کہ انھون نے اپنی کتاب کی تالیف مین اپنے پیشروؤن سے بھی استفادہ کیا، اور ہمعصرون سے بھی اور خود ذاتی تحقیق اور مشاہدے سے بھی،

ابن ندیم کے بیان کے مطابق وہ ابو علی الحسن بن عبداللہ الاصفہانی کے رفیق درس تھے، اور الفراء[1] کے راوی کا فرض بھی انجام دیا، یاقوت کے بیان کے مطابق دینوری اپنی زندگی ہی مین بطور انشاپرداز کے جاحظ کے حریف تسلیم کئے جاتے تھے، علم ہیئت کے رصدی مشاہدے انھون نے چھبیس سال کی عمر مین کر کے اپنا سکہ بٹھا دیا تھا، اور دینور مین ان کی خانگی رصدگاہ اُن کے بعد بھی صدیون کام دیتی رہی،

اصل تالیف | بعض حوالون سے پتہ چلتا ہے کہ اصل کتاب النبات چھ ضخیم جلدون مین تھی، مجھے اب اس مین کوئی شبہ نہین رہا، ہمین اب جو تین باب دستیاب ہوئے ہین، ان کے اقتباسات ابن سیدہ کی کتاب المخصص مین بھی ہین، لیکن اس تناسب سے کہ ہماری (۴۰) سطرون مین سے وہان صرف (۱۵۰) سطرین نقل ہوئی ہین

---

[1] ایک غیر متعلق مگر دلچسپ اطلاع یہ عرض کرنی ہے کہ الفراء (المتوفی ۲۰۷ھ) کی تفسیر قرآن مجید مل گئی ہے، اور کتب خانۂ وھبی آفندی، استانبول (تفسیر نمبر ۲۲) میں موجود ہی مشتبہ تفسیر ابن عباس کو چھوڑ کر اب یہ محفوظ و موجود تفسیرون مین قدیم ترین ہو جاتی ہے، حتی کہ امام زید بن علی سے بھی قدیم تر،

اور ابن سیدہ مین دینوری کی کتاب النبات کے جو اقتباسات ہین ، وہ کم سے کم دو سو صفحون کی جلد مین سما سکتے ہین ، یہ امر قابلِ وضاحت ہو کہ دینوری نے پودون کے نباتاتی حالات زیادہ دیئے ہین ، اور متعلقہ اصطلاحات کی لسانیاتی اور صرفی ونحوی تشریح جو محض ضمنی ہے ، مختصراً دی ہے ، اور ابن سیدہ نے زیادہ تر صرف آخری حصہ کو نقل کرکے باقی کو ترک کر دیا ہے ، ان حالات مین کتاب النبات کا چھ ضخیم جلدون مین ہونا بعید از قیاس بالکل نہین معلوم ہوتا ، البتہ کشف الظنون کا یہ بیان کہ ابن اخت غانم نے کتاب النبات کی شرح ساٹھ جلدون مین لکھی تھی حسنِ ظن سے بھی کام لین ، تو ساٹھ کراسون سے عبارت معلوم ہوتی ہین ،

چند سال قبل ۱۹۱۰ء مین بریسلاؤ (جرمنی) کے ایک طالب علم زلبر برگ نے ابن سیدہ ، لسان العرب وغیرہ سے دینوری کے اقتباسات اکٹھے کرکے ایک مقالہ اپنے امتحان ڈاکٹریٹ کے لئے لکھا تھا ، جو ۱۹۱۰ / ۱۱ء مین اشٹراسبورگ کے جرمن رسالے " تسائٹ شرفیت فیور اسیریولوگی " مین چھپا تھا ، عربی زبان اور نباتیات دونون مین درک رکھنے اور بعض اچھے اساتذہ کے خانگی جمع کردہ مواد سے بھی نوازے جانے کے باعث اس کے خیالات اصل تالیف کے متعلق دلچسپی کے حامل ہین ، اسے البتہ ہمارے تازہ مخطوطے کا علم نہ تھا ،

اس کے پیشرو | قبل اس کے کہ زلبر برگ کے کچھ اقتباس دیئے جائین ، اپنا ایک ناچیز خیال پیش کرنا چاہتا ہون کہ دیگر علوم وفنون کی طرح مسلمانون مین نباتیات کا ذوق بھی قرآن مجید ہی سے پیدا ہوا ہوگا ، دنیا کی مقدس اور الہامی مذہبی کتابون مین سے کسی مین بھی نباتات کا اتنا کثیر ذکر نہین ہے جتنا قرآن مجید مین ہے ، ایک دو گھنٹے کی تلاش مین مجھے ایسے (۱۶۹) مقام ملے ، ان کی مختصر تحلیل شاید بے محل نہ ہو ،

" خدا سارے جہانون کا آقا (رب العالمین) ہے تو عالم نباتات کا بھی وہی آقا ہے یہی نہین

خدا نے اپنا وصف خود نحن الزارعون، نحن المنشئون کے الفاظ مین بیان کیا ہے، قرآن مین بہ کثرت تذکرے مردہ زمین، زندہ زمین، ایک کا دوسرے مین مبدل ہونا اور اس کے اسباب دلچسپ انداز مین بیان ہوئے ہین، آب پاشی کے ذرائع مین سے چشمون، ندیون، کنوؤن، بارش، شبنم کا، ریتون، بادلون وغیرہ کا ذکر ہے، تو باغون، کھیتون، چراگاہون، جنگلون، سبزہ زارون کا ان کی زندگی کے مختلف اوقات مین بھی، قسم قسم اور رنگ برنگ کے میوے کھجور، انجیر، انگور، انار کا نام آتا ہے تو غلون، ترکاریون مین قثا، فوم، عدس، بصل، خردل، زنجبیل وغیرہ کا نیز چھلکون، چھالون کا، کھجور کا تفصیلی ذکر، اس کا تنہ، اس کے گچھے، خوشے، گٹھلی، قطمیر، وغیرہ وغیرہ کا ذکر عرب ناظر و سامع کے لئے ناگزیر ہی تھا، انگور کی بیلون، شراب، شہد، زیتون، روح و ریحان (زہرۃ الحیٰوۃ کے ذریعہ سے) پھولون کا، فر، متی، زقوم، سدرہ بھی مذکور ہین، لکڑی وغیرہ سے بننے والے سامان مین کرسی، تخت، دروازہ، سیڑھی، تیرکمان، تکیے، قالین، قلم، ریشم، لباس، کاغذ، پکوان کے برتن کے ساتھ ساتھ چرنے والے جانورون مین اونٹ، بھیڑ، بکری، گائے، بیل (دودھ) گھوڑے، گدھے، خچر، بندر، سور، ہاتھی، گورخر، ٹڈی، نیز، مکھی، شہد کی مکھی، مکڑی بھی مذکور ہین، غلے کے کاروان، کشتیان، ترو خشک ایندھن، لکڑی کا چقماق، ناگر، کٹائی، قحط، طوفان، طغیانی، غرض بیسیون اور کے لمبے لمبے تذکرے ہین، اگرچہ ہمارے مؤلف نے پیش نظر مخطوطے مین (جس کو جامعہ کیمبرج یا برلن اکاڈمی شاید شائع کرے گی) صرف چار ہی مرتبہ قرآنی آیات سے استدلال کیا ہے لیکن اس ٹکڑے کی وارد شدہ اصطلاحات قرآن مجید مین بیسیون ہی ہین،

جاہلیت کا عرب شاعر باریک بینی کے لئے مشہور ہے، تو وہین اس کی زبان اتنی متمول نظر آتی ہے، کہ وہ نباتات کے دقیق سے دقیق مسئلے کے لئے بھی کسی غیر زبان کے الفاظ کا محتاج نہین ہوتا کے بعد علمی ترقی یافتہ دور مین بھی چاہے فلسفہ، منطق، طب وغیرہ مین عربون کو بیرونی اصطلاحات و الفاظ قبول اور رائج کرنے پڑے ہون لیکن فقہ ہی کی طرح نباتات مین بھی یونانی اور سنسکرت وغیرہ کا اثر ناپید ہے،

بجز اس کے کہ عرب یا عربون کی سفرگاہون مین پیدا نہ ہونے والے پودون کے نام ہون، عربی زبان کا یہ کمال عجیب اور حیرت انگیز تو ہے، لیکن لغو اور بے وجہ نہین، بات یہ ہے کہ یونانیون کے برخلاف جو حضری اور شہر نشین ہو گئے، عرب مین بدویت اور خانہ بدوشی ہمیشہ باقی رہی، اور اس بے برگ وگیاہ صحرا مین ہر پودہ، پودے کا ہر جزو وہان کی انسانی اور حیوانی آبادی کو ہر وقت مطلوب ہوتا تھا، اس کے خوردنی یا ناخوردنی ہونے کی تحقیق آخری حد تک پہنچانی ناگزیر تھی، پھر کسی اور علمی مشغلے کی غیر موجودگی مین اندرونی لیک حساس طبیعتون کو ان مشاہدات کو نظم مین منتقل و محفوظ کرنے کی ہر ترغیب بھی موجود تھی، دینوری اور اس کے ہم عصر نباتیون پر تبصرہ کرتے ہوئے جان زلبر برگ یہ تسلیم کرتا ہے، کہ ان کی تالیفون مین "نہایت ترقی یافتہ فنی اور اصطلاحی الفاظ ہر قدم پر ملتے ہین"، وہین وہ اس پر حیرت ظاہر کرتا ہے کہ کس طرح ایک جاہل بدوی ریگستان مین اونٹ کے قدم کے نشان "ہی کی طرح "پودون کی ساخت کے نازک سے نازک پہلو اور جزو کو بھی اسی صحت، وضاحت اور بے گرد انداز مین منظر عام پر لا سکتا ہے"، پھر یہ پوچھتا ہے،

"بہر حال یہ کافی حیرتناک ہے کہ زمانہ قدیم کے سارے نباتیاتی ادب مین ہماری کتاب کے صرف دو ہی مماثل بیشتر ملتے ہین، یہ کیسے ہو گیا کہ مسلمان اس معاملہ مین اس قدر جلد ایچ پھرے یونانیون کے برابر ہی نہین ہو گئے، بلکہ اُن سے بڑھ ہی گئے ؟..... دیگر قومون کے نباتیاتی ادب نے قوم کی ترقی کے زمانہ مین اپنی الگ فنی زبان پیدا کر لی لیکن یہان معاملہ الٹا ہے، بدویون کی زبان اس علم کے وجود مین آنے سے بھی پہلے تفصیلات تک کے لئے ایک خوب ہی پھیلے ہوئے ذخیرۂ اصطلاحات کی حامل تھی"

فنی لغتین | عام لغتون کے ساتھ ساتھ عربون مین خصوصیت سے فنی لغتون کا بھی کم از کم اصمعی کے دور سے روز افزون شوق پیدا ہو گیا تھا، کتاب الزرع والنخل، کتاب الخیل، کتاب الابل، کتاب الحیات

کتاب الوحوش، کتاب الحیوان، کتاب الانوا، کتاب الارض والسماء، غرض بیسیون ہی نام اس سلسلہ مین لئے جاسکتے ہین جن مین سے بعض اب تک محفوظ بھی ہین، اُن کے متعلق زمانہ حال کے سب سے بڑے جرمن وراق یا کتب شناس بروکلمان نے ضمیمہ تاریخ ادبیات عربی ۱۹۳۷ء مین لکھا ہے کہ اس طرح کی یک فنی نفتون پر رسانبات کے نقطۂ نظر سے نہایت قیمتی ہونے کے باوجود یورپین زبانون مین آج تک بہت ہی کم توجہ ہوئی ہے،

ابتدائی عربی تالیفین | نباتات پر جن ابتدائی عربی تالیفون کا پتہ چلتا ہے، وہ ابن ندیم وغیرہ کے مطابق یہ ہین :-

(۱) ابو عمرو بن العلاء (المتوفی ۱۵۹ھ)، کتاب ؟ (بعد والون کے ہان اسکے بکثرت حوالے ہین)
(۲) ابو زید (المتوفی ۲۱۳ھ) کتاب الشجر والکلاء (بحوالہ مزہر سیوطی) (۳) ابو زیاد الاعرابی (ہمعصر خلیفہ مہدی) کتاب النوادر (نباتات سے جزءً بحث) (۴) الاصمعی (المتوفی ۲۱۶ھ) کتاب النبات والشجر (طبع بیروت) (۵) ابن الاعرابی (المتوفی ۲۳۱ھ) کتاب النبات (۶) ابو نصر الباہلی (المتوفی ۲۳۵ھ) کتاب الشجر والنبات (۷) ابن السکیت (المتوفی ۲۴۳ھ) کتاب النبات والشجر (۸) ابو حاتم السجستانی (المتوفی ۲۵۰ھ) کتاب الشجر والنبات (۹) السکری (المتوفی ۲۷۵ھ) کتاب النبات (۱۰) دینوری (المتوفی ۲۸۲ھ) کتاب النبات،

ان کے علاوہ عام لغتون مین بھی نباتات کا کافی ذکر ہے، خلیل (المتوفی ۱۶۰ھ) سیبویہ (المتوفی ۱۶۱ھ) الکسائی (المتوفی ۱۸۹ھ) الفرّاء (المتوفی ۲۰۷ھ) ابو عبیدہ معمر (المتوفی ۲۰۸ھ) ابو عبید القاسم (المتوفی ۲۲۳ھ) ابو عمر الجرمی (المتوفی ۲۲۵ھ) کے نام خاص طور پر اس سلسلے مین لئے جاسکتے ہین، ان مین سے ہر ایک نے اپنے پیشروؤن اور اپنے ہمعصرون کی کتابون سے استفادہ کیا ہوگا، اور حسب عادت مالوفہ، ان کی کچھ چیزین باحوالہ نقل کی ہون گی تو کچھ اپنی

طرف سے اضافہ بھی کیا ہوگا، اور بہ حیثیت مجموعی علم کو زندہ رکھنے اور اس کی مزید ترقی مین حصہ لینے کا سلسلہ جاری رہا ہوگا،

افسوس ہو اب صرف تالیف نمبر ۴ اصمعی کی کتاب النبات والشجر ملتی ہے، کوئی چالیس برس ہوئے جرمن مستشرق ناگلبرگ نے ابوزید کی طرف منسوب کتاب النبات والشجر شائع کی لیکن اب اندرونی شہادت کی بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ وہ یا تو ابن خالویہ (المتوفی سنہ ۳۷۰ھ) کی تالیف ہے یا کسی اور کی،

خوشہ چین | ابوحنیفہ دینوری کی یادگار تالیف نے سب کے قلم توڑ ڈالے اور اس کے بعد صرف اسی کے حوالہ سے پودون اور جڑی بوٹیون کے ذکر ہونے لگے، یہ اقتباسات بہت سے ہین، اور انھی سے ایک ضخیم جلد دو تین سو صفحون کی تیار ہو سکتی ہے،

(۱) ابن سیدہ: کتاب المخصص نیز کتاب محکم (۲) ابن سمجون: الجامع فی الادویۃ المفردۃ، (۳) الغافقی: شرح العقار (خلاصہ ابن میمون الاسرائیلی) (۴) الصاغانی: العباب (۵) ابن منظور: لسان العرب (۶) فیروزآبادی: القاموس، (۷) مرتضیٰ زبیدی: تاج العروس (۸) ابن البیطار: مفردات الادویہ (۹) ابن العوام: کتاب الفلاحت (۱۰) علی البصری: التنبہات علی الاغلاط (۱۱) یاقوت: معجم البلدان (۱۲) المرزوقی: الازمنۃ والامکنۃ"

مین خاص کر دینوری کے اقتباسات ملتے ہین، اور ابن سیدہ کی کتاب المخصص مین سب سے زیادہ ہین، جیسا کہ معلوم ہے اس کتاب مین ایک ایک عنوان لیا گیا ہے، جیسے انسان، زمین، اونٹ، پانی وغیرہ اور اُن کے تحت جملہ متعلقہ ہزارون الفاظ مختصر توضیح کے ساتھ جمع کر دئیے گئے ہین، اس کی بارہ پندرہ جلدون کی ورق گردانی مین مجھے جن جن ابواب مین ابوحنیفہ دینوری کے اقتباس نظر آئے، اُن کی بنیاد پر اصل کتاب النبات کی فہرست مضامین یا کم از کم اس کی وسعت کا کچھ نہ کچھ

اندازہ ہوجائے گا، ابن سیدہ کی جلد (۱۰ تا ۱۲) مین نباتات و متعلقات کا ذکر ہے، اور شاید یہ فرض کرلیا جاسکتا ہے کہ اصل کتاب النبات کی بھی ویسی ہی ترتیب ہوگی، البتہ ابن سیدہ کا مقصد المخصص مین کتاب النبات سے مختلف ہونے کے باعث کتاب النبات کے مواد کی المخصص مین تقسیم و انتشار بھی ناگزیر ہے، بہرحال المخصص مین دینوری کے اقتباسات زیادہ ترحسب ذیل ترتیب سے ہین،

کتاب النبات کی تحلیل | المخصص جلد (۴) مین نباتی و باغت پر بہت دلچسپ اور اہم مواد ہے،

" (۵) شہد شہد کی کھیان، کھانا، تے کرنا وغیرہ،

" (۶) تیر کمان کا طویل ذکر،

" (۷) اونٹون کا چرنا، اور ان کی بیماریان،

" (۸) ہرن، پرندے، ٹڈی، کھیان وغیرہ،

" (۹) آب پاشی، اس کے برتن مثلاً ڈول وغیرہ، رسّیان، پانی رکھنے یا لیجانے کا سامان جیسے مشک وغیرہ،

" (۱۰ تا ۱۲) حسب تفصیل ذیل،

پودون کیلئے مٹی کی ضرورت ہے، حتیٰ کہ آبی نباتات کے لئے بھی زیرآب زمین درکار ہے، اور چٹانون پر اُگنے والے پودون کے لئے بھی پتھر پر کچھ جوئی گرد ناگزیر ہے، اسی لئے سب سے پہلے مٹیون اور زمینون کا تفصیلی ذکر ہے، آباد، غیرآباد، کم آباد، وبائی علاقے اور اس کے اسباب، موسم، اور محل وقوع کا اثر زمین پر وغیرہ بیان کرنے کے بعد ہمارا مؤلف پودون کی ایک بڑی اور بنیادی تقسیم بوئے ہوئے اور خودرو مین کرتا ہے، بونے کے سلسلے مین ناگرا اور دیگر ذرائع سے زمین کو تیار کرنے کی تفصیل آئی ہے، پھر وادیون طغیانیون اور سیلابون کا ذکر ہے آب پاشی کا ذکر ابن سیدہ نے

جلد (۹) مین منتقل کر دیا ہی جو غالبًا اصل مین یہان ہونا چاہئے تھا، بارش کی پچھترون کا بھی یہان ذکر آتا ہے،
لیکن دینوری نے اس پر کتاب الانوا ر کے نام سے ایک مستقل کتاب بھی لکھی تھی، زمین کا ذکر دوبارہ
کرتے ہوے پھر اس کا ذکر ہے کہ کہان پودے جلد اُگتے ہین، کہان دیر سے اور کہان نباتی زندگی
مشکل اور کہان ناممکن ہے، پھر زرخیز زمین کی عام خصوصیتون کی تفصیل آتی ہے، اور مختلف رنگ کی مٹی
کے ذکر کے بعد امساک باران، پانی کی قلت، موسم کا اچھا یا بُرا ہونا، کاشت مین غیر مطلوب جنگلی خودرو
پودون کا خود بخود اُگ آنا، وغیرہ بیان ہوئے ہین،

اس کے بعد گویا اصل کتاب شروع ہوتی ہے، اور نباتات مین تر و خشک گھاس کا بیان
کرنے کے بعد تنے والی نباتات یعنی درختون کا ذکر شروع ہوتا ہے، اور ان کے وہ اوصاف
بھی بیان ہوے ہین، جو سب خاندانون مین مشترک ہین، اور وہ بھی جو بعض بعض سے مخصوص ہین،
درختون کا اُگنا، پھولنا اور اُن پھولون کی خصوصیتین بیان کرنے کے بعد درختون کی ذیلی تقسیم
کی گئی ہے کہ کونسے پھلتے ہین، اور کن مین پھل نہین آتا، اور اس نوبت پر درخت کی ساخت،
جڑ، تنہ، وغیرہ پر بحثین کر کے تنے پر ہونے والے مضر اثرات، کیڑے آور گھن وغیرہ کا ذکر ہے،
اور کم عمر اور پرانے طویل العمر درختون کی تفصیل ہے،

تنے سے لئے جانے والے کامون کی بحث مین بہت سے اُمور آتے ہین، اور تیر کمان سے
بحث کا آغاز ہوتا ہے، پھر شاخون تنون کو کاٹنے اور کاٹنے پھوڑنے چیرنے کے آلات کی پوری
تفصیل ہے، اور ایندھن پر گویا یہ بحث ختم ہوتی ہے، بات مین بات ایندھن مین آگ کا ذکر آتا ہے،
ایک باب اس پر ہے کہ کونسی لکڑیون سے چقماق کا کام (بجائے پتھر اور لوہے کے) لیا جاتا ہے، اُ
دوسرے مین آگ کی داستان اس کی ولادت سے وفات تک ہے یعنی چنگاری، دھوان، راکھ، اُن
کے مختلف رنگ، اُس کے اسباب، گرمی کی زیادتی اور کمی، لکڑی کا جلنے مین چٹخنا، اور اس کا سبب

جنگلون مین بعض وقت خود بخود آگ کا لگ جانا، اور اس کے اسباب، آگ کو طویل عرصہ تک محفوظ رکھنا، اور اس کے طریقے جن سے بارش اور طوفان مین بھی وہ محفوظ رہے، وغیرہ وغیرہ، یہ دونون باب ہمارے مخطوطے مین ہین، اور ابن سیدہ مین بھی اسی ترتیب سے محفوظ ہین، گو جستہ جستہ جملون کی صورت مین،

پھر درختون کے جھنڈ اور جنگلون کا ذکر ہے، یہان مؤلف اہم درختون کا فرداً فرداً ذکر کرتا ہے، پھر بوئی جانے والی نباتات کا ذکر اس سلسلہ مین دوبارہ کیا ہے، بعد ازان زراعت، زرعی امراض، فصل کاٹنے، دانے اُسانے اور گودامون مین محفوظ کرنے وغیرہ کی پوری تفصیل ہے، اس کے بعد غلون کا الگ الگ ذکر ہے، جیسے گیہون، جو، سبزیان، ترکاریان وغیرہ،

اس کے بعد پھلون کا ذکر ہے، سب سے پہلے انگور اور اس کی کاشت اور ضمناً شراب سازی، شراب نوشی، بدمستی، اور اسکے نتائج بہت تفصیل سے آتے ہین، کوئی زاہد تو اس زہد پر کفر ہی کا فتویٰ دیدے کہ دخت رز کے عین بعد مقدس کھجور کا ذکر آتا ہے، عربی مین نخلیات اور تمریات پر مواد کی کیا کمی ہو سکتی ہے، البتہ تفصیل کی نہ مجھے ہمت ہے نہ ناظرین کو صبر و تحمل ہو سکے گا، کھجور کے بعد سیب، بادام، پستے، انار، وغیرہ بہ کثرت پھلون اور میوون کا تفصیلی ذکر ہے،

اس کے بعد گویا کتاب کا حصہ دوم شروع ہوتا ہے، اور ایسے پودون کا ذکر ہے، جو چٹانون، پتھریلی زمینون، غیر مسطح یا مسطح میدانون مین اُگتے ہین، نیز وہ جو پانی مین یا پانی کے بہت قریب ہی اُگ سکتے ہین، ضمناً اُن کا بھی ذکر آگیا ہے، جو سمندر کے کھاری پانی ہی مین اُگتے ہین، حالانکہ عام طور پر کھاری پانی پودون کے لئے زہر قاتل ہے، پھر مختلف ایسے پودون کا ذکر ہے جن کے لئے محل پیدایش کی خصوصیت نہین، نیز وہ پودے جن کے پتون کی سبزی دیر تک رہتی ہے، اور انکی پت جھڑ دھوپ کالے کے ختم پر ہوتی ہے، پھر کاٹنے والی جھاڑیون کا ذکر اور اُن کی ذیلی قسمین آتی ہین، بیلون

اور زمین پر پھیلنے والے پودوںؐ کا بھی خصوصی ذکر ہے، مسواک اور ان درختون کا جن سے وہ بنتی ہین ذکر آتا ہے، اس کے بعد خوشبودار پودے آتے ہین، اور یہ تفصیل بھی کچھ کم نہ ہے، عرب مین نہیں ہوتے اس کے ساتھ عطر سازی اور خوشبوؤن کی صنعت کا ذکر ناگزیر تھا، اور ذکر آیا ہے، اس کے بعد رنگون کا ذکر اور رنگ سازی کی صنعت نیز بالون کے خضاب مین کام آنے والے پودون کی تفصیل ہے، پھر ایک اہم باب اُن درختون کے ذکر مین ہے، جن سے عرق نکلتا ہے، اور مختلف قسم کے گوند، لوبان وغیرہ کی تفصیل ہے،

اس کے بعد ایسے پودون کا ذکر ہے جن مین زیرزمین پھل آتا ہے، یعنی جن کی جڑون مین خوردنی وناخوردنی گڈے نکلتے ہین، یہ باب بھی ہمارے مخطوطے مین ہے،

حنظل اور دوسرے کڑوے پھلون والے پودون کے بعد کدو، کھیرے، پیاز اور دیگر طبی نباتات کا ذکر آتا ہے، اور زہریلے پودون کے ذکر کے بعد جانورون کی غذا اور چراگاہون پر دینوری کے اقتباسات ختم ہوجاتے ہین،

بعض وقت حیرت بھی ہوتی ہے، مثلاً آم کا ذکر دینوری کڑوے اور کھٹے پھلون (حنظل وغیرہ) کے ساتھ کرتا ہے، کیا اب سے ہزار برس پہلے ہمارا تخمی آم واقعی اتنا ہی غیر ترقی یافتہ تھا، پان کا ذکر خوشبودار پودون مین بھی ہے، اور یقطین (کدو کی جنس) کے ساتھ بھی، اور عجیب عجیب خوش فہمیان اس سے وابستہ کیگئی ہین،

ابن سمجون، الغافقی، اور ابن البیطار کے ہان زیادہ تر طبی مفادوکے اقتباسات ہین، ان ممتاز طبیبون نے دینوری کو جو وقعت دی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ مختلف جڑی بوٹیون کے متعلق اقتباسات مین دینوری کا بیان سب سے پہلے آتا ہے، غالباً ہمالیہ تلے کے بر اعظم کی طرح قدیم ایران واندلس مین بھی ہر پڑھا لکھا مسلمان اپنے نصاب تعلیم مین طب کی کتابین بھی پڑھتا تھا،

پادری خاص کر مشنری آج بھی اس پر عامل ہین، مجھے اپنے سفرون مین ہمیشہ افسوس ہوتا رہا کہ کیون مین مبادی طب سے واقف نہین کہ مریض بندگان خدا کی جنگلون صحراؤن وغیرہ مین کچھ ممکنہ خدمت کرنے اور اُن کی تکالیف کم کرنے مین حصہ لے سکتا، یہ ہماری جدید تعلیم ہے، مگر دینوری طب پیشہ چاہے نہ ہو، طب دان ضرور نظر آتا ہے، اور ہر پودے کے ذکر مین اس کی طبّی خاصیت ضرور لکھتا ہے،

دینوری کا طریقۂ بحث

عربی تمدن اور ذوق کا عکس دینوری کی سطر سطر مین ہویدا ہے، مثلاً جب چقماق کی لکڑیون کا ذکر شروع ہوتا ہے، تو وہ یکے بعد دیگرے ایسے ہر درخت کا نام لیتا ہے، اور جن لوگون نے اس کو دیکھا ہے ان کے منثور و منظوم بیانات درج کرتا ہے، اور اگر اشعار اور ضرب الامثال مین کچھ تلمیحین ہون، یا نامانوس الفاظ غریب اللغات ہون، تو اُن کی تشریح و توضیح کرتا ہے، جا بجا قصے اور لطیفے بھی آجاتے ہین، اور چونکہ ہر باب کے متعلق زبان کے جملہ متعلقہ اسماء و افعال کا یکجا کرنا مقصود ہے، اس لئے کچھ فصلین عام ناظرین کے لئے خشک مگر لسانیات یا صرف و نحو کے طالب علم کے لئے معلومات کی کان بنی ہوئی بھی نظر آتی ہین، مترادفات، اختلاف روایات، سابقہ مؤلفون کی تردید و تصحیح سب ہی کچھ آتی ہے، اور بعض دلچسپ اور اہم ترین معلومات محض ضمناً اور بظاہر غیر متوقع مقام پر ملتے ہین،

موجودہ مخطوطے کی اصلیت

مجھے یہ مخطوطہ ایک مجموعۂ رسائل مین مدینہ منورہ مین ملا، اس کی صحت کو جانچنے کا کوئی ذریعہ ڈھونڈھتا تھا، دنیا مین کہین بھی اس کے کسی اور نسخے کا حال پتہ نہین، چند سال قبل کہتے ہین کہ بیت المقدس مین اس کا ایک نسخہ تھا، جو ۱۹۳۹ء مین بھی لاپتہ تھا، نہ معلوم امریکا پہنچ گیا ہے یا یورپ، ابھی ابھی آکسفورڈ کے ایک استاد سے سنا کہ استانبول مین اوس کے کسی نسخے کا پتہ چلا ہے، لیکن وہ استانبول کے دیگر قلمی نوادر کے ساتھ صندوقون مین بند اناطولیہ مین تہ خانون مین کسی جگہ چھپا ہوا ہوگا اور مجبوزن مغرب مین جنگ کا خطرہ گھٹنے تک اس سے استفادہ ممکن نہین ہوگا،

مین نے یہ کہا کہ ابن سیدہ، لسان العرب، ابن البیطار وغیرہ (مذکورۂ صدر خوشہ چینون) سے

دینوری کے اقتباسات ، جو سیکڑون ہین ، جمع کئے ، اور مدینہ منورہ کے مخطوطہ مین جو مسائل ہین ان کو وہان ڈھونڈنے کی کوشش کی جو کامیاب رہی ، بیسیون اقتباسات ایک یا زائد متاخر ماخذون مین دینوری کے حوالہ سے ملے ، اور عبارت اتنی ہی ہو بہو اور یکسان ملی جتنی ایک ہی چیز کے متعدد ناقلون کے ہان ہو سکتی ہے ، اس طرح کوئی شبہہ نہین رہتا کہ مدینہ کا مخطوطہ اصلی اور واقعی دینوری کا ہے ، بعد والون کے ہان بعض جگہ حذف و خلاصہ ہے لیکن ایسی کوئی چیز نہین ملی جس سے یہ گمان ہو کہ مخطوطہ مدینہ کے ابواب بھی اصلی نہین بلکہ اصل کا خلاصہ یا اقتباس ہون ،

مخطوطہ مدینہ مین صرف تین باب ہین ، اور جیسا کہ اوپر بھی اشارہ ہوا ، پہلا باب چقماق کی لکڑیون پر ہے ، (جس مین آگ جھاڑنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے) دوسرا باب آگ اور شعلے اور دھوئین اور راکھ کے رنگون اور ان کے اختلاف کے اسباب پر ہے ، اور تیسرا باب زیر زمین پھلدار پودون پر ہے ،

مین نہ تو نباتیات کا طالب علم رہا ہون اور نہ عربی ادب کا ، محض عربی زبان کی کچھ واقفیت سے اس طرح کی فنی کتاب (جس مین بیسیون نامعلوم پودون کے نام اور دیگر اصطلاحین ہین) کو واحد مخطوطے کی مدد سے طباعت کے قابل بنانا بڑی جسارت ہے ، بہرحال کسی اور اہل تر شخص کی آیندہ نظر ثانی کے بھروسہ پر خدا کا نام لے کر اسے اڈیٹ کر دیا گیا ہے ، کام حسب دلخواہ نہین ہوا ، حوالے کی سب کتابین نہین ملین ، سفر نے الگ رکاوٹین ڈالین ، جب تک اصل کتاب چھپے یہ تعارف شاید اہل علم کے لئے دلچسپی کا باعث ہو ،